الضرائب والنوائب

اسلامی نظام معیشت

جسٹس ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری

(گزشتہ قسط سے پیوستہ)

اسلامی ریاست کا ٹیکس لگانے کا حق

اسلام کا مالیاتی نظام اسلامی ریاست کے سربراہ کو ٹیکس لگانے کی اجازت دیتا ہے کہ وہ ملک کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے شہریوں کے ایمان، عقیدہ، عزت وآبرو، جان اور مال کی حفاظت کرتا ہے اور ان مقاصد کے حصول کے لئے فوج اور پولیس مقرر کرتا ہے جھگڑے چکانے کے لئے عدالتیں قائم کرتا ہے، عقیدہ کی تبلیغ اور دینی امور کی اصلاح کے لئے تعلیم گاہیں قائم کرتا ہے اور مجرموں کو سزا دینے کے لئے عادلانہ نظام قائم کرتا ہے۔ اسلام اس لئے بھی ٹیکس لگانے کی جازت دیتا ہے کیونکہ دولت جس کا کچھ حصہ اسلامی ریاست اپنے معاملات چلانے کے لئے بذریعہ ٹیکس حاصل کرتی ہے اس کی پیداوار اور تقسیم وغیرہ کے تمام مراحل میں عاملین پیدائش کی معاونت کرتا ہے۔ مثلاً:......

''دولت کے مرحلے میں عاملین پیدائش کی نقل وحمل کا انتظام سازگار حالات اور ماحول پیدا کرنا، آجر ومزدور کا تنازعوں کے تصفیہ کے لئے لیبر کورٹس وغیرہ کا قیام تمام پیداواری شعبوں مثلاً صنعت وحرفت، زراعت وتجارت وغیرہ کے لئے انتظامات وغیرہ سب حکومت کرتی ہے۔

تقسیم دولت کے سلسلہ میں مقادیر اور معاییر کی تعین کرنا، مزدوروں کی اجرتوں کی تعیین، عاملین پیدائش کے حصص کے تعین میں مداخلت تا کہ انہیں عادلانہ بنایا جاسکے، تقسیم دولت سے متعلق تنازعات کا چکانا اور اس سلسلہ کی دیگر تمام سہولیات حکومت مہیا کرتی ہے۔

مبادلہ دولت میں زر کا معیار اور اجرائی، سکہ سازی، شرائط تبادلہ کا تعین، آڈٹ اور حساب وکتاب کا انتظام، جعل سازی کا سد باب بذریعہ سزا اور جرمانہ، لین دین کا منصفانہ رواج بذریعہ قانون طلب اور رسد، ہنگامی حالات میں اشیاء ضرورت کی فراہمی وغیرہ حکومت کرتی ہے۔

☆الکون بنیی علی النظام فعلیک بالترتیب فی ملبسک وبیتک ومکتبک وواجبک.☆

اسی طرح صرف دولت کے شعبہ میں حکومت قوانین بناتی ہے۔فضول خرچی کے رجحان کوکم کرنے کے لئے اخلاقی اور دیگر پابندیاں عائد کرتی ہے اورانہیں کم پیدا آور کاروبار میں لگاتی ہے۔

ان تمام فرائض کوسرانجام دینے کے لئے (اوراپنی سماجی معاشی تحفظ اسکیموں کی تکمیل اورمعاشی اورانتظامی فرائض کی انجام دہی کے لئے)حکومت کو مالیات کی ضرورت ہے جس کے لئے وہ شہریوں پرٹیکس لگاتی ہے۔

ٹیکس کے اسلامی اصول

بعض معیشت دانوں نے اسلامی محاصل کے اصول کا جائزہ آدم سمتھ (adam smith) کے بیان کردہ چارقوانین کے تحت لیاہے مگرہم اس ذہنی مرعوبیت سے ہٹ کرخالصتاً اسلامی نقطہ نظر سے اسلام کے اصول محصول وضع کرسکتے ہیں۔

ا۔اصول عقیدہ ونظریہ

اسلامی ریاست کامسلمان شہری بعض ٹیکس محض اپنامذہبی فریضہ اورعبادت سمجھ کراداکرتاہے۔مثلاًزکوۃ،عشروغیرہ قرآن مجید میں تقریباً۲۰ مقامات پرزکوۃ کاذکرنماز کے بعدکیاگیاہے جس سے اصول عقیدہ کے تحت زکوۃ کی ادائیگی کس قدرضروری اوروجدانی طورپرسہل نظرآتی ہے،اوربعض ٹیکس اس لئے اداکرتاہے کہ اسلامی ریاست اس کے عقیدہ وایمان کی حفاظت کرتی ہے نیزاسلامی ریاست ان شعارکوقائم کرتی اورپروان چڑھاتی ہے جس پروہ ایمان رکھتاہے۔

اسی طرح ذمی رعایااپنے جزیہ اورخراج اس لئے اداکرتے ہیں کہ وہ اسلامی ریاست میں امن وامان سے رہ کراپنے مسلمہ معتقدات پرعمل پیراہوسکتے ہیں۔

۲۔معاشرتی اصول

اسلام کے مالیاتی نظام محصول کادوسرااصول''معاشرتی اصول''ہے جس کے تحت اسلام ٹیکس کے ذریعے معاشرتی اورمعاشی دونوں غرضوں کوپوراکرتاہے۔یعنی ایک طرف ریاست کوآمدنی ہوتی ہے اوردوسری طرف معاشرتی اونچ نیچ کاعلاج بھی ہوتاہے۔اسلام اس غیرپسندیدہ صورت کوبرداشت نہیں کرتاکہ دولت صرف چندہاتھوں میں جمع رہے،چندسرمایہ دارملک وقوم کے مقدرسے کھیلتے

رہیں اور غرباء کو اپنا محتاج بنا کر رکھ لیں۔ بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولت جو دراصل اللہ تعالی کی ملکیت ہے اور قوام حیاۃ ہے مسلسل گردش کرتی رہے اس لئے اسلام ٹیکس لگا کر اس معاشرتی اور معاشی تفاوت کا علاج کرتا ہے۔

کی لایکون دولۃ بین الاغنیآء منکم (سورۃ الحشر۔۷)

ترجمہ: تا کہ دولت تمہارے مالداروں ہی میں گردش نہ کرتی رہے۔

قرآن مجید نے ٹیکس کے اس اصول کو ایک اور جگہ یوں بیان کیا ہے:۔

یسئلونک ماذاینفقون ہ قل العفو (سورۃ البقرۃ۲۱۹)

ترجمہ: وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو آپ کہیں جو زائد از ضرورت ہو۔ اور نبی کریم ﷺ نے زکوۃ کے محصول کا مقصد سمجھاتے ہوئے فرمایا:

"تو خذمن اغنیائھم فترد علی فقرائھم"(۱)

زکوۃ ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کردی جائے گی۔

۳۔ اصول مساوات

اسلام کے مالیاتی نظام میں ٹیکس ریاست کے مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کے شہریوں پر لگائے جانے کے علاوہ امراء اور غرباء پر بھی لگائے جاتے ہیں۔ امراء سے مراد وہ صاحب نصاب لوگ ہیں جن سے زکوۃ اور عشر وغیرہ لیا جاتا ہے۔ غرباء سے ٹیکس دو صورتوں میں لیا جا سکتا ہے۔

ا۔ درآمدات کا محصول ان سے بالواسطہ کم وبیش وصول کیا جاتا ہے۔

۲۔ ہنگامی حالات میں ان سے بھی قربانی۔ گو نہایت قلیل ہو۔ کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ غرباء کو جب اغنیاء کے فاضل اموال سے ملے گا تو ان سے کچھ وصول بھی کیا جا سکتا ہے۔ قرآن حکیم کا یہ ارشاد اس کی دلیل بن سکتا ہے۔

یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ (الحشر:۹)

ترجمہ: اور وہ دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے اور اگر چہ وہ خود بھوکے ہوں

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے (بہترین صدقہ اس شخص کا ہے جو **قلیل المال** ہو کر مال کو خدا کی راہ میں خرچ کر ڈالتا ہے) (۲) اس مسئلہ کی جانب راہنمائی کرتا ہے۔

اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعری قبیلہ کے بارے میں جوارشادفرمایاوہ اس پر جواز کی سند رکھتا ہے:۔

ان الاشعریین اذا ارسلوافی الغزووقنی زادھم اوقل طعام عیالھم بالمدینة جمعواماکان عندھم فی ثوب واحدثم اقسموابینھم فی اناء واحدبالسویة بینھم فھم منی وانامنھم (۳)

ترجمہ: اشعری قبیلہ کے لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ جنگ (ہنگامی حالت) کے لئے روانہ ہوتے ہیں اوران کازادراہ ختم ہونے کوآئے یامدینہ میں رہتے ہوئے ان میں غذائی (اشیاء کی) قلت محسوس ہوتو جوکچھ ان کے پاس ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں اکھٹا کرلیتے ہیں پھرایک برتن کے ساتھ اسے آپس میں برابرتقسیم کرلیتے ہیں۔وہ (اپنے اس عمل کی بناء پر) مجھ سے ہیں اورمیں ان میں سے ہوں۔

اورغیرمسلموں کی جب اسلامی ریاست جان مال اورعزت وآبروکی حفاظت کرتی ہے۔ان سے بیرونی دشمن سے حفاظت کے وقت جان کی قربانی کامطالبہ بھی نہیں کیاجاتا' توان سے کچھ وصول بھی کیاجاسکتاہے۔اس سلسلہ میں ضابطہ یہ قراردیاگیاہے:

اجبایة باحمایة

(محصول حفاظت کرنے پرہی ہے)

اورمسلمانوں کے لئے توباسانی یہ قانون بنادیاگیاہے جوحضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ' کے الفاظ میں اس طرح ہے:

وان لایاخذ منھم الاافضلھم عن رضاء ھم (۴)

(ان کی رضامندی سے ان سے اتناہی مال لیاجائے جوان کی ضروریات سے زائدہو۔)

۴۔ تیقن کااصول

اسلام کے نظام محصول کاتیسرااصول "تیقن" ہے۔یعنی جوٹیکس یہاں لگائے جاتے ہیں ان کی قانونی حیثیت ان کی مقدار'ان کاوقت ادائیگی' طریقہ ادائیگی اورضرورت ادائیگی سب کاعلم ٹیکس دہندگان کوہوتاہے۔آپ اسلامی ریاست کے کسی ٹیکس کولیں یہ اصول اس پرپورے طور پرلاگوہوگا مثلاً زکوۃ'

خراج، جزیہ، عشور وغیرہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے زمانے میں ان کی تمام جزئیات متعین تھیں اور ایسے تمام ٹیکسوں کی اسلام نے حوصلہ شکنی کی ہے جن کا عوام کو تیقن ہی نہ ہو۔

۵۔اصول سہولت

اس اصول کے تحت اسلام نے ٹیکس دہندگان کو ٹیکس کی ادائیگی اس کی ادائیگی کے طریقہ کار اور وقت ادائیگی میں سہولت پیدا کردی ہے مثلاً عشر کو لیں یہ صرف اس وقت لاگو ہوتا ہے جب فصلیں پک کر تیار ہوجائیں اور طریقہ ادائیگی میں سہولت کی مثال پھلوں کا عشر ہے کہ انہیں درختوں پر ہی موزوں کرلیا جاتا ہے اور کاشتکار کو انہیں توڑنے اور پھر وزن کرنے کے جنجال سے بچایا گیا ہے۔ معدنیات کے خمس میں بھی اسی کو ہی پیش کیا جاسکتا ہے اور ان کی قیمت کو بھی۔ اسی طرح جزیہ کی ادائیگی میں جنس اور نقد دونوں کی اجازت ہے۔ حتی کہ بعض صورتوں میں خدمات کی شکل میں بھی جزیہ لیا گیا ہے۔(۵)

ادائیگی کا وقت بھی موزوں ہے کہ ٹیکس ان سے اس وقت لیا جاتا ہے جب ان کے پاس ادائیگی کے لئے کچھ ہوتا ہے۔

اصول سہولت کے تحت عوام پر ایسا ٹیکس یا اتنی مقدار میں ٹیکس نہ ہو جو انہیں مغلوب کردے یا بغاوت پر آمادہ کردے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو تو اس بارے میں اس قدر اہتمام تھا کہ ایک مرتبہ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ دجلہ کی ایک سمت اور حضرت عثمان بن حنیفؓ دجلہ کی دوسری سمت کا خراج وصول کرکے واپس لوٹے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ’’شاید تم نے ذمیوں سے ان کی طاقت سے زیادہ وصول کیا ہوگا؟‘‘ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا جو ان کے پاس چھوڑا ہے اس کے مقابلہ میں یہ بہت ہی کم مقدار ہے۔ اور حضرت عثمان نے فرمایا ان کے پاس اس سے دوگنا حصہ چھوڑ آیا ہوں۔‘‘

ذمیوں سے جزیہ کے وصول کے سلسلہ میں اصول سہولت کی تشریح کرتے ہوئے فقہاء اسلام نے کہا ہے:۔

لایظلموا ولایؤذوا ولایکلفوا فوق طاقتهم ولایؤخذشی من اموالهم الابحق یجب علیهم‘‘(٦)

ترجمہ: نہ ان پر ظلم کیا جائے نہ انہیں تکلیف دی جائے نہ ان پر ان کی طاقت سے بڑھ کر بار ڈالا جائے جو ان پر واجب نہ ہو۔

٦۔اصول کفایت

اسلام کے نظام ٹیکس کا اصول کفایت مندرجہ ذیل صورتوں میں اپنا عمل کرتا ہے:۔

١۔ٹیکس دہندگان پر ٹیکس اس طور پر لگایا جاتا ہے کہ اس سے حاصل شدہ رقم سرکاری اخراجات کی کفایت کرے اور بصورت ہنگامی حالات رعایا سے بعد میں نہایت قلیل مقدار میں وصول کیا جائے۔

٢۔ٹیکس کی وصولی کے اخراجات اتنے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں جو رقم کا ہی کثیر حصہ لے اڑیں۔

٣۔اخراجات اس قدر زیادہ نہ ہوں جن کی ٹیکس کی وصولی کفایت ہی نہ کر سکے۔اس لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے زکوۃ کی وصولی کے اخراجات ٢٠ سے ٥٠ فیصد تک ہوں۔(٧)

اسلام کے نظام مالیات میں ٹیکس کا دائرہ کار

١۔اکثر ٹیکس بلاواسطہ ہیں۔

٢۔شہریوں کی جائز معاشی کمائیوں کو محدود کرنے پر کوئی مقررہ ٹیکس نہیں لگایا جاسکتا۔البتہ بے جا مصرف کو ٹیکسوں کے ذریعے کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

٣۔آمدنی پر کوئی مقررہ ٹیکس نہیں بلکہ زائد اور جمع شدہ دولت پر ہے جو نصاب کے مطابق ہو اور اس پر پورا سال گزر جائے جیسے زکوۃ۔

٤۔پیداوار کے ذرائع اور آلات پیدائش پر کوئی مقررہ ٹیکس نہیں۔لہذا تمام مشینیں، کارخانوں کی عمارات جہاز اور دیگر تمام ذرائع نقل وحمل پر مقرر ٹیکس نہیں۔

٥۔ درآمدات وبرآمدات پر اسلام نے کوئی ٹیکس نہیں لگایا تھا۔البتہ جب دیگر ممالک مسلمان تاجروں پر ٹیکس لگائیں تو اسلامی ریاست بھی ایسا کر سکتی ہے مگر ضروری نہیں۔٨

٦۔حصول انصاف کے راستے میں کوئی مقررہ ٹیکس اسلام میں نہیں لہذا کورٹ فیس وغیرہ ناجائز ہیں۔

٧۔سرکاری صنعتوں کے قیام کے لئے ٹیکس لگانا بھی جائز نہیں بلکہ اندرونی اور بیرونی سرکاری قرضوں سے کئے جائیں۔یا شراکت ومضاربت کی بنیاد پر عوام کے تعاون سے ہوں۔

☆ اهجر المنبهات والا كثار منها كالشاى والقهوة واحذر التدخين والسيشةوغيرها. ☆

کیا اسلامی ریاست کوزائد ٹیکس لگانے کا حق حاصل ہے؟

اسلامی ریاست کی اجتماعی فلاحی سکیموں اور منصوبوں کے لئے اسلام کے مالیاتی نظام میں دس (۱۰) بارہ (۱۲) مروج ذرائع آمدن رہے ہیں۔لیکن اسلامی ریاست کوان ذرائع کے علاوہ اور ہنگامی ٹیکس لگانے کی بھی اجازت ہے۔فقہاء کرام نے ان ٹیکسوں کوضرائب ونوائب وغیرہ کا نام دیا ہے۔ان ضرائب کا جواز مندرجہ ذیل آیات اوراحادیث سے کیا گیا ہے۔

فآت ذاالقربی حقه والمسکین وابن السبیل (الروم:۳۸

ترجمہ:اور قرابت والوں اور مسکین اور مسافر کے جوحق تم پرواجب ہیں وہ ادا کرو۔

وفی اموالهم حق للسائل والمحروم (الذاریات:۱۹

ترجمہ:اوران کے مالوں میں مانگنے والوں اورتنگ دستوں کا حق ہے۔

ویسئلونک ماذاینفقون قل العفو (البقرہ:۲۱۹)

ترجمہ:اوروہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟آپ کہہ دیجئے جوضرورت سے زائد ہو۔

عن ابن عمر رضی الله تعالی عنه انه قال فی مالک حق سوی الزکاة۔۹

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی (اجتماعی) حقوق ہیں۔

فقہاء اسلام کے نزدیک ناگہانی ضرورت مثلاً حادثہ، جہادوغیرہ کی صورت میں سرکاری خزانہ کی مددکرنا تمام مسلمانوں پرفرض کفایہ بن جاتا ہے اوراگرضرورت ایسی ہوجوکسی خاص علاقہ کے لئے مخصوص ہوتواس کی ذمہ داری عام نہیں ہوگی۔(۱۰)

ان ضرائب کی مثال نبی اکرم ﷺ کا غزوہ تبوک کے لئے صحابہ کرام پر چندہ لگانا ہے جس کے لئے حضرت ابوبکرؓ ایسے مخیرؓ تو گھر کا سارا اثاثہ اٹھا کر لے آئے تھے۔

مفادعامہ کے لئے جوجائز ٹیکس لگائے جائیں ان کی ادائیگی فقہاء کرام کے نزدیک ضروری ہے۔

''ایسے جدید محاصل جوجائز طور پرلگائے گئے ہیں جیسے مشترکہ نہرکھودنے کے لئے یاپہرہ دار کی اجرت کے لئے یااسلامی فوج کومسلح کرنے کے لئے یاجنگی قیدیوں کوچھڑانے کے لئے یااس طرح کے

دیگر کاموں کے لئے تو ایسے محاصل کی ادائیگی بالاتفاق جائز ہے۔"[11]

ان ٹیکسوں کی ادائیگی کی ضرورت پر علامہ ابن ھمام کی رائے یہ ہے۔

"ایسے نئے محاصل کی ادائیگی ہر صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہے کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت ہر ایسے امر میں واجب ہے جس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو"۔[12]

البتہ وہ محاصل جو مفاد عامہ کے لئے نہ ہوں ان کی ادائیگی میں فقہاء کا اختلاف ہے۔[13]

عن علیؓ بن ابی طالب یقول!ان اللہ تعالی فرض علی الاغنیاء فی اموالھم بقدر مایکفی فقرائھم فان جاعوا اوعروا وجھدوا فبمنع الاغنیاء[14]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالی نے اغنیاء کے مالوں میں اس قدر فرض کردیاہے جوان کے فقراء کو کفایت کرسکے۔پس اگر فقراء بھوکے ہیں یا ننگے ہیں اور خستہ حال ہیں تو اس کا سبب یہی ہوگا کہ اغنیاء اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی برت رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ اور بہت سے دیگر صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے۔فقہاء کرام میں سے عطا بن ابی رباح، امام شعبی، طاؤس، حماد بن سلمہ اور ابو عبید قاسم بن سلام کا بھی یہ مذہب ہے۔[15]

ابن حزم ظاہری رحمتہ اللہ تعالی علیہ نے تو یہاں تک لکھا ہے۔

وفرض علی الاغنیاء من اھل کل بلد ان یقوموا بفقرائھم ویجبرھم السلطان علی ذالک 'ان لم تقم الزکوۃ بھم۔[16]

ترجمہ: اور ہر شہر کے مالداروں پر فرض ہے کہ اپنے محتاجوں کی کفالت کریں۔اور سلطان انہیں اس پر مجبور کرسکتا ہے بشرطیکہ زکوۃ کی آمدنی اس مقصد کے لئے ناکافی ہو۔

شمس الائمہ امام سرخسیؒ لکھتے ہیں یہ حکم تو اس زمانے میں تھا کیونکہ اس وقت مصیبت اور جہاد میں اعانت ہوا کرتی تھی اور ہمارے زمانے میں تو اکثر ٹیکس ظلم سے لئے جاتے ہیں۔پس جس شخص کے لئے ممکن ہو کہ اپنی ذات سے ظلم دور کرے تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے۔

شمس الائمہ نے تو یہاں تک لکھا "اگر کوئی دینا ہی چاہتا ہے تو ایسے شخص کو دے جو ظلم کو اپنی ذات سے دور کرنے سے عاجز ہے یا ایسے نادار کو دے جو اپنی ناداری کی اعانت ظلم کے مقابلہ میں کرے اور دینے والا ثواب پائے۔[17]

ماوردی نے حاکم کے ظلم اور عوام سے جائز ٹیکسوں کے لینے کے بارے میں نہایت بلیغ جملہ کہا ہے:۔

☆لاتقرابعض الکتب التی تربی التشاؤم والاحباط والیاس والقنوط.☆

''لان الزیادة ظلم فی حقوق الرعیة والنقصان ظلم فی حقوق بیت المال[۱۸]

ترجمہ: کیونکہ زیادتی رعایا کے حقوق پر ظلم کرنا ہے اور کمی بیت المال پر ظلم ہے۔

ایک دن ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے امیر المومنین !ان دونوں (خلیفہ اور بادشاہ) میں فرق ہے۔آپ نے پوچھا وہ کیا؟اس نے کہا کہ خلیفہ نہ تو بے جا لیتا ہے اور نہ بے جا صرف کرتا ہے اور الحمدللہ آپ ایسے ہی ہیں'اور بادشاہ تو رعایا پر ظلم ڈھاتا ہے اس سے لیتا ہے اور اس کو دیتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ خاموش ہوگئے۔[۱۹]

جہاں تک جنگی اخراجات کا تعلق ہے اس کے بارے میں فقہاء کی رائے ہے کہ اگر سرکاری خزانہ میں اتنی رقم ہے کہ جنگی اخراجات پورے کئے جاسکتے ہیں تو عوام سے چندہ کی اپیل کرنا یا محصول لگانا مکروہ ہے اور اگر سرکاری خزانہ خالی ہے یا اخراجات پورے نہیں کرسکتا تو اس کی اجازت ہے۔[۲۰]

اس بحث سے ہم مندرجہ ذیل اصول اخذ کرتے ہیں۔

۱۔اسلامی ریاست کو زکوۃ اور صدقات واجبہ کے علاوہ بھی ٹیکس لگانے کا حق حاصل ہے۔

۲۔یہ زائد ٹیکس اس وقت لگاسکتی ہے جب باقاعدہ شرعی ٹیکسوں اور حکومت کے اپنے پیداواری اور دیگر ذرائع آمدنی سے اس قدر آمدن نہ ہو جو اس کی شرعی فلاحی ضروریات کو کافی ہو۔

۳۔جنگ'قحط'سیلاب وزلزلہ اور دیگر ہنگامی حالات میں حکومت اغنیاء پر ٹیکس لگا کر اپنی دفاعی اور کفالت عامہ کی ضروریات پوری کرسکتی ہے۔

۴۔ایسے زائد ٹیکس دائمی نہیں عارضی ہوتے ہیں اور ضرورت پوری ہوکر مال کے فاضل ہوجانے کی صورت میں واپس کئے جانے چاہئیں تاکہ دوبارہ مانگنے پر پہلے سے زیادہ اور جلد حاصل ہوسکیں۔

چوں بازوئے شفاعت راکشائی بر گنہگاراں

☆

مکن محروم جامی را در آنجا یارسول اللہ

☆تذکر ان ربك واسع المغفرة یقبل التوبة ویعفو عن عبادہ ویبدل السیئات حسنات۔☆

حواشی

۱۔ بخاری صحیح، ج ۱، کتاب الزکاۃ
۲۔ فتح الباری، جلد ۳، ص ۴۲۹۔۲۳۰
۳۔ مسلم باب فضائل الاشعریۃ، جلد ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ دہلی۔
۴۔ بخاری: صحیح، فضائل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۵۔ بلاذری: فتوح البلدان، صفحہ ۱۷۸، فتح الجزیرہ)
۶۔ ابو یوسف: کتاب الخراج، المطبعۃ السلفیۃ، القاہرہ ۱۳۸۲ھ صفحہ۔۳۷
۷۔ کتاب الخراج ص ۱۲۵۔
۸۔ فتاوی ظہیریہ اور تفسیر مظہری۔
۹۔ ابن حزم: المحلیٰ، جلد ۶، صفحہ ۱۱۴، نمبر ۱۷۰۲
۱۰۔ ابو عبید، کتاب الاموال، ط مصر (۱۳۵۳)، ص ۳۵۷
۱۱۔ ابو یعلی الاحکام السلطانیۃ ص ۲۳۷ کتاب الاموال ص ۲۰۷۔
۱۲۔ مرغینانی: ھدیہ، جلد ۳، کتاب الکفالۃ
۱۳۔ ابن ہمام: فتح القدیر، ج ۵، کتاب الکفالۃ ص ۴۳۲)
۱۴۔ ھدایہ، کتاب الکفالۃ اور فتح القدیر ج ۵، کتاب الکفالۃ، ص ۴۳۲)
۱۵۔ ابن حزم: المحلیٰ، ج ۶ ص ۱۵۶
۱۶۔ ابو عبید، کتاب الاموال، ص ۳۵۷۔۳۵۸
۱۷۔ ابن ہمام: فتح القدیر ج ۵، کتاب الکفالۃ، ص ۴۳۳
۱۸۔ ماوردی: الاحکام السلطانیۃ، باب ۱۸، ص ۱۹۸۔
ابو یعلی: الاحکام السلطانیہ، مطبعۃ مصطفی الحلبی، قاہرہ، ص ۲۷۷)
۱۹۔ ابن سعد: الطبقات الکبری، ج ۳، ص ۲۲۱۔ سیوطی: تاریخ الخلفاء، صفحہ ۵۴
۲۰۔ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ: الھدایۃ، جلد ۲، کتاب السیر ص ۵۳۹

☆اشکر ربك علی نعمة الدين والعقل والعافية والستر والسمع والبصر والرزق والذرية وغيرها. ☆